OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 5, Issue 3 (July-September 2022)

عصری تعلیم کی شرعی حیثیت: ایک مطالعہ
A Study of the *Shari'ah* Status of Contemporary Education

Javed Ghani
Doctoral Candidate Islamic Studies, Qurtuba University of Science and Information Technology, D I Khan
Prof. Dr Fazal Elahi Khan
Professor Qurtuba University of Science and Information Technology, D I Khan
Prof. Dr. Abdul Wahab
Professor Qurtuba University of Science and Information Technology, D I Khan

Abstract
This paper studies the *Shari'ah* status of contemporary education. It argues that the holy prophet peace be upon him preached that Acquisition of knowledge is obligatory upon both Muslims male and female He also acknowledged the importance of travelling to far off place to enhance the experience Acquire knowledge even if you have to travel to China. Islamic philosophy of education envisages "righteous thinking and action" to make the individual aware about his purpose of creation and to identify himself and to have cognizance of Allah. Islamic concept of philosophy preaches that the purpose of life is "achievement of pleasure of Allah." This pleasure does not restrict the human activities to mere worships of Allah but it educates the people to realize the system of rights of all the living creatures and also the non-living things which are the requirements to establish an exemplary worth living society.
Keywords: Contemporary Education, *Shari'ah* status, Study

تمہید
تعلیم کا لفظ علم مصدر سے ماخوذ ہے۔"فنی اعتبار سے علم کا مادہ "ع ل م" ہے جس کا معنی "جاننا" کے ہیں۔ گویا العلم ادراک الشیءِ لحقیقۃ۔ علم کسی شے کو اُسکی حقیقت کے حوالے سے جان لینے کا نام ہے۔[1] لفظ تعلیم "علم "مصدر سے باب تفعیل کے وزن پر ہے اور تفعیل کا ایک خاصہ تدریج بھی ہے۔ تو تعلیم کا مطلب ہوا آہستہ آہستہ علم سیکھنا۔ پس بتدریج کسی شے کو حقیقت کے لحاظ سے

CC BY

جان لینے کو تعلیم کہتے ہیں۔ شیخ الحدیث والتفسیر علامہ غلام رسول سعیدی علم کی تعریف کے متعلق لکھتے ہیں حکماء کے نزدیک علم کی مشہور تعریف یہ ہے "حصول صورۃ الشی فی العقل"۔ کسی شے کی صورت کا عقل میں آنا۔ یہ تعریف وہم، شک، ظن، جہل مرکب، تقلید اور یقین کو شامل ہے متکلمین کے نزدیک علم کی مشہور تعریف یہ ہے۔ عالم کے ذہن میں کسی چیز کا انکشاف علم ہے۔[2] ملا علی قاری لکھتے ہیں۔ علم، مومن کے قلب میں ایک نور ہے جو فانوس نبوت کے چراغ سے مستفاد ہوتا ہے۔ یہ علم نبی کے اقوال، افعال کے ادراک کا نام ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات صفات، افعال اور اسکے احکام کی ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ اگر یہ علم کسی بشر کے واسطے سے حاصل ہو تو کسبی ہے اور اگر بلاواسطہ حاصل ہو تو علم لدنی ہے۔[3]

اسلام کا تصور تعلیم: قرآن وحدیث کی روشنی میں

قرآن وسنت میں بے شمار آیات واحادیث علم و تعلیم کی فضیلت واہمیت میں موجود ہیں۔ یہاں چند چیدہ چیدہ آیات واحادیث پیش کروں گا جن سے تعلیم کی اہمیت وفضیلت اجاگر ہوگی۔ قرآن پاک کے پہلے پارے میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اور ملائکہ کا حضرت آدم کو سجدہ کرنے کا واقعہ بالتفصیل بیان ہوا ہے۔ اس واقعہ میں حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے افضل قرار دے کر ملائکہ کا مسجود بنایا گیا۔ اسکی وجہ حضرت آدم علیہ السلام کا علمی تفوق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور اللہ نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام سکھادیے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا مجھے ان اشیاء کے نام بتادو اگر تم سچے ہو۔ فرشتوں نے عرض کیا تیری ذات (ہر نقص سے) پاک ہے ہمیں کچھ علم نہیں مگر اسی قدر جو تونے ہمیں سکھایا ہے۔ بے شک تو ہی (سب کچھ) جاننے والا حکمت والا ہے۔ اللہ نے فرمایا۔ اے آدم تم انہیں ان اشیاء کے ناموں سے آگاہ کرو۔ پس جب آدم علیہ السلام نے ان اشیاء کے ناموں سے آگاہ کیا۔ تو اللہ نے فرمایا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کے سب چھپے خزانوں کو جانتا ہوں۔ اور جو کچھ تم چھپاتے ہو یا ظاہر کرتے ہو۔ وہ بھی جانتا ہوں۔ ان آیات کی تفسیر میں سید ابوالاعلی مودودی لکھتے ہیں۔ " گویا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بتایا کہ میں آدم کو صرف اختیارات ہی نہیں دے رہا بلکہ علم بھی دے رہا ہوں ۔ تصور تعلیم کو آشکار کرنے کیلئے قرآن نے طالوت کا واقعہ بیان فرمایا۔ جو نکلا تو گدھے تلاش کرنے کیلئے تھا لیکن اللہ نے بادشاہت عطا فرمادی۔ بنی اسرائیل نے اُن کی غربت اور نسب پر اعتراض کیا تو اللہ نے خود جواب عطا فرمایا کہ اُسے یہ سعادت علم کی وجہ سے عطا کی جارہی ہے چنانچہ فرمایا۔ ترجمہ: "اور ان (بنی اسرائیل) سے حضرت (سموئیل علیہ السلام) نبی نے فرمایا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر فرمادیا ہے۔ تو کہنے لگے ان کو ہم پر حکمرانی کیسے مل گئی۔ حالانکہ ہم اس سے حکومت (کرنے) کے زیادہ حق دار ہیں۔ اسے تو دولت کی فراوانی بھی نہیں دی گئی۔ نبی نے فرمایا بے شک اللہ نے اسے تم پر منتخب کرلیا ہے اور اسے علم اور جسم میں زیادہ کشادگی عطا فرمادی ہے۔ اور اللہ اپنی سلطنت (کی امانت) جسے چاہتا ہے عطا فرمادیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا خوب جاننے والا ہے۔[4] اس آیت کی تفسیر میں پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں " اللہ تعالیٰ نے طالوت کو جب ان کا سردار اور سپہ سالار مقرر فرمادیا۔ تو لگے اعتراض کرنے کہ یہ شخص نہ لاوی بن یعقوب کی اولاد سے ہے۔ جس میں نبوت نسلاً بعد نسل چلی آتی ہے اور نہ یہود ابن یعقوب کی اولاد سے ہے۔ جن میں حکومت وسلطنت۔ فرمایا اللہ حکومت و سلطنت (کی امانت) جسے چاہتا ہے عطا فرمادیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا خوب جاننے والا ہے۔ نیز اسی آیت کی تفسیر میں پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ نے طالوت کو جب ان کا سردار اور سپہ سالار مقرر فرمادیا تو لگے اعتراض کرنے کہ یہ شخص نہ لاوی بن یعقوب کی اولاد سے ہے۔ جس میں نبوت نسلاً بعد نسل چلی آتی ہے اور نہ یہود ابن یعقوب کی اولاد سے ہے جن میں حکومت وسلطنت پشت درپشت چلی آرہی ہے۔ تو یہ نادار اور قلاش کب سردار قوم اور سالار لشکر بن سکتا ہے امامت کے حقدار تو ہم ہیں جن کے پاس دولت کی فراوانی ہے حضرت سموئیل (علیہ السلام) نے انہیں بتایا کہ حکومت کیلئے تمہارا قائم کردہ

معیار درست نہیں۔ بلکہ ان کا صحیح معیار تو علم و شجاعت ہے اور ان دونوں باتوں میں وہ تم سب سے ممتاز ہے۔[5] مذکورہ بالا قصہ آدم و قصہ طالوت میں قرآن کا تصور تعلیم واشگاف الفاظ میں بیان ہوا ہے۔ اسطرح سورہ العلق میں بھی تصور تعلیم کو رب کائنات نے وضاحت سے بیان فرمایا۔ چنانچہ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

17 رمضان المبارک کو غارِ حرا کی خلوتوں میں جب جبرائیل امین حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو وحی کے ذریعہ اللہ رب العزت اپنے محبوب سے ان الفاظ میں ہمکلام ہوا۔ (اے حبیب) اپنے رب کے نام سے آغاز کرتے ہوئے) پڑھیے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا اس نے انسان کو (رحم مادر) سے جونک کی طرح معلق وجود سے پیدا کیا پڑھیے اور آپکا رب بڑا ہی عظمت والا ہے جس نے قلم کے ذریعے (لکھنے پڑھنے کا) علم سکھایا جس نے انسان کو (اسکے علاوہ بھی) وہ (کچھ) سکھادیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔[6] یہ وہ پانچ آیات مقدسہ ہیں جن میں علم کا پیغام دے کر نازل کیا گیا گویا انسان کچھ نہیں جانتا تھا۔ اسے علم عطا کیا گیا۔ وہ جاننے لگا اسے اندھیروں سے اجالوں کے دامن میں لایا گیا۔ اسے روشنی عطا کی گئی۔ علم و آگہی روشنی کے سفر کا نام ہے۔ مذکورہ بالا آیات کے ذریعہ رب کائنات نے حضور رحمت عالم کے توسط سے نسل آدم کو باقاعدہ ایک سلسلہ تعلیم سے منسلک کر دیا۔ ذہن انسانی میں شعور و آگہی کے ان گنت چراغ روشن کیے۔ گویا تاریخ اسلام میں سب سے پہلا سکول غارِ حرا کی خلوتوں میں قائم ہوا۔ اس سکول کے واحد طالبعلم ہونے کا شرف سید الانبیاءِ حضرت محمد مصطفیٰ کو نصیب ہوا اور استاد و مربی خود خالق کائنات ٹھہرے۔[7] پہلی وحی میں رب کائنات نے تعلیم کا تصور پیش کیا جس سے اسلام کے نزدیک تعلیم کے تصور کو سمجھنا چنداں مشکل نہیں رہتا۔ آیات قرآنی اور انکی تفسیر کے بعد اب احادیث کے حوالے سے تصور علم کو بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ ان العلماء ہم ورثۃ الانبیاء ورثوا العلم من اخذ اخذ لحظ وافر۔ بے شک علماء انبیاءِ کرام علیھم السلام کے وارث ہیں انہوں نے میراث علم چھوڑی ہے۔ پس جس نے علم کو حاصل کیا اس نے بہت بڑا حصہ پالیا۔[8] اس حدیث مبارکہ میں اہل علم کو انبیاءِ کاوارث قرار دیا گیا ہے ساتھ یہ وضاحت بھی کی گئی کہ انبیاءِ کس وراثت کاوارث بناتے ہیں۔ انبیاءِ کاوارث ہونا بہت بڑی سعادت اور اہمیت کی بات ہے۔ جو سرکار نے صرف علماء کو یہ سعادت بخشی ہے اس نوید سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے نزدیک تعلیم اور اہل علم کا کیا تصور ہے اور سرکار عالی وقار تعلیم کا کیا تصور اپنے صحابہ وامتیوں کے ذہنوں میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ اطلبوا العلم ولو بالصین فان طلب العلم فريضة على كل مسلم۔[9] علم حاصل کرو خواہ چین جانا پڑے بے شک علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ درج بالا مشہور حدیث مبارکہ ہے اس حدیث سے بھی حضور علیہ السلام کے نزدیک تعلیم کا تصور واضح ہوتا ہے کہ کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو اور کتنا ہی دور کیوں نہ جانا پڑے۔ مشکلات اور سفر کر کے علم حاصل کرنا چاہیے نیز اس حدیث مبارکہ سے علم کی فرضیت بھی ثابت ہو رہی ہے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں چند احادیث نقل کی ہیں۔ ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

قال ان الحكمة تزيد شريف شرفاً و ترفع المملوك حتى يدرك مدارك الملوك ۔ (اخرجه ابو نعيم في الحلية) بے شک حکمت شریف کی شرافت میں اضافہ کرتی ہے اور مملوک کو عزت عطا کرتی ہے یہاں تک کہ وہ بادشاہ کا رتبہ حاصل کرلیتا ہے۔ اور فرمایا ترجمہ: نبوت کے درجہ کے زیادہ قریب اہل علم اور اہل جہاد رہے ہیں۔ اہل علم تو وہ (دلائل سے) لوگوں کو رسول جو لے کر آئے بلاتے ہیں۔ اور اہل جہاد اپنی تلواروں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں اور اس طرف بلاتے ہیں۔ جو رسول لے کر آئے۔[10] دونوں احادیث مبارکہ میں سرکار کے نزدیک تعلیم کا تصور واضح ہو رہا ہے پہلی حدیث مبارکہ میں دنیاوی عزت و شرف کا باعث اگر بنتی ہے تو تعلیم بنتی ہے یہ بات سمجھائی گئی اور دوسری میں یہ بتایا گیا کہ منصب نبوت کو صحیح طریقے کے ساتھ اگر لوگوں تک پہنچانے والے طبقات انسانی میں کوئی طبقے ہیں تو وہ دو ہیں۔ علماء اور مجاہدین۔ ایک اور حدیث

مبارکہ میں حضور نے تعلیم کا تصور کچھ اس انداز سے دیا۔ ترجمہ: بے شک (اے صحابہ) تم ایسے زمانے میں جی رہے ہو کہ فقہا کثیر ہیں۔ قرا اور خطباء قلیل ہیں۔ تھوڑے سوال کرنے والے ہیں اور زیادہ عطا کرنے والے ہیں۔ (ایسے دور میں) عمل کرنا علم سے زیادہ بہتر ہے۔ اور عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا۔ فقہا تھوڑے ہونگے خطباء زیادہ ہونگے دینے والے بھی تھوڑے ہونگے سوال کرنے والے زیادہ ہونگے (ایسے زمانہ میں) علم عمل سے بہتر ہو گا۔[11] اس حدیث میں واشگاف الفاظ میں تصور علم زمانہ قدیم وجدید میں بیان کیا گیا ہے۔ امام غزالی نے اسلام کے نزدیک علم کی فرضیت پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ اس سے امام غزالی واضح یہ کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام کے نزدیک علم فرض بھی ہے اور فرض کفایہ بھی۔ جو انسان جس عمل کا مکلف ہو تا جائے گا اس عمل کا علم اسکے لیے فرض ہو تا جائے گا اور دیگر علوم اور تفصیل کے ساتھ معاملات کا علم فرض کفایہ ہے۔ امام غزالی کے بیان کردہ خلاصے سے اسلام کے نزدیک تصور تعلیم کی مکمل وضاحت ہو جاتی ہے۔ قرآن کی ایک اور آیہ کریمہ سے بھی اسکی وضاحت ہوتی ہے۔ ترجمہ۔ اور یہ تو نہیں ہو سکتا کہ سب مسلمان ایک ساتھ مل کھڑے ہوں۔ تو ان کے ہر گروہ سے ایک جماعت کیوں نہ نکلی تا کہ وہ لوگ دین کی فقہ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈرائیں تا کہ وہ گناہوں سے بچے رہیں۔[12] اس آیت کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں۔ اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ جو لوگ مختلف شہروں میں رہتے ہیں تو ہر شہر کے رہنے والوں میں سے ایک جماعت پر یہ واجب ہے کہ وہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر کر دین کا علم سیکھے اور حلال اور حرام کی معرفت حاصل کرے اور جب وہ لوگ اپنے وطنوں کو واپس جائیں تو اپنے اپنے وطن کے لوگوں کو حرام اور معصیت کے ارتکاب سے ڈرائیں۔[13] اسلام میں تصور علم کی وضاحت امام بیہقی نے جامع الفاظ میں یوں کی ہے "امام شافعی نے فرمایا۔ علم کی دو قسمیں ہیں عوام کا علم اور خواص کا علم۔

عوام کا علم

عوام کیلئے ضروری ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہیں اور اللہ نے لوگوں پر ماہ رمضان کے روزے فرض کیے ہیں اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج فرض کیا ہے اور ان کے اموال میں زکوۃ فرض کی ہے اور زنا، قتل، چوری اور شراب نوشی کو ان پر حرام کر دیا ہے۔ اسی طرح وہ احکام جن کا اللہ تعالیٰ نے انسان کو مکلف کیا ہے جن کا کرنا یا جن سے اجتناب اس پر ضروری ہے ان سب کا جاننا اس پر ضروری ہے ان احکام کی صراحت قرآن مجید میں مذکور ہے۔ اور یہ احکام اہل اسلام میں تواتر کے ساتھ نبی سے منقول ہے یہ وہ علم ہے جس میں غلطی، تاویل یا اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔

خواص کا علم

احکام شرعیہ کی تمام فروعات کا علم حاصل کرنا، قرآن مجید کی صریح عبارت، دلال اشارات اور اقتضا نصوص کو جاننا اسی طرح احادیث اور آثار کا علم حاصل کرنا۔ قیاس اور اسکی شرائط کو جاننا اور ایسی صلاحیت حاصل کرنا کہ ہر پیش آمدہ مسئلہ کا کتاب اور سنت سے حل بتایا جاسکے۔ ہر شخص کے لیے علم میں اتنی مہارت حاصل کرنا ضروری نہیں ہے لیکن مسلمانوں میں سے چند افراد کے لیے اتنا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔[14] درج بالا آیت کی تفسیر میں علامہ غلام رسول سعیدی فرماتے ہیں "یہ آیت طلب علم کے وجوب میں اصل ہے اور یہ کتاب اور سنت کا علم اور اسکی فقہ (سمجھ) حاصل کرنا فرض ہے۔ اور یہ فرض عین نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر یہ واجب نہیں کیا کہ وہ علم دین کے حصول کیلئے سفر کریں۔ بلکہ مسلمانوں کی ایک جماعت پر یہ فرض کیا ہے اس لیے یہ فرض کفایہ ہے۔ طلب علم پر بھی یہ آیت دلالت کرتی ہے۔

درج بالا آیات سے اسلام میں علم کا تصور خوب واضح ہو تا ہے۔

فضلیت واہمیت تعلیم قرآن وسنت کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ ترجمہ: اور یہ مثالیں ہیں جن کو ہم لوگوں کیلئے بیان فرماتے ہیں۔ ان کو صرف علم والے سمجھتے ہیں۔ [15] اللہ نے گواہی دی کہ اسکے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے اور فرشتوں اور علم والوں نے یہ گواہی دی درآں حالیکہ وہ قائم بالعدل تھے۔ [16] اور فرمایا۔ اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں۔ [17] امام بخاری روایت کرتے ہیں۔ من یرداللہ به خیرا یفقه فی الدین۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے سینوں میں سے علم کو نہیں نکالے گا لیکن علماء کو اٹھا کر علم اٹھائے گا۔ حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں بچے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے۔ ان سے سوال کیا جائے گا اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے سو وہ خود بھی گمراہ ہونگے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں نبی کریم نے فرمایا۔ صرف دو چیزوں پر رشک کرنا مستحسن ہے۔ ایک شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اسکو نیکی کے راستے میں خرچ کرتا ہو اور ایک شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت دی ہو وہ اسکے مطابق فیصلے کرے اور اسکی تعلیم دے۔ [18] امام مسلم روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جو آدمی علم کی تلاش کے لیے کسی راستہ پر چلے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ اور اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جو کتاب اللہ کی تلاوت کرے اور ایک دوسرے کے ساتھ درس کا تکرار کرے اس پر سکینہ نازل ہوتی ہے انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس فرشتوں میں کرتا ہے اور جس شخص کو اسکا عمل پیچھے کر دے تو اسکو اسکا نسب آگے نہیں کر سکتا۔ [19] امام ترمذی روایت کرتے ہیں۔ حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا جو شخص علم کی طلب میں نکلے وہ لوٹ کر آنے تک اللہ کے راستہ میں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ حضرت سنجرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم سے روایت کرتے ہیں جو شخص علم کو طلب کرئے وہ اسکے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے یہ حدیث ضعیف ہے۔ حضرت زید بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو تازہ و تابندہ رکھے جو ہم سے حدیث سن کر اسکو یاد رکھتا ہے حتیٰ کہ کسی اور شخص کو وہ حدیث پہنچا دیتا ہے۔ بسا اوقات ایک فقہ کا حامل اپنے سے زیادہ فقیہ کو پہنچاتا ہے اور بعض اوقات ایک فقہ کا حامل خود فقیہ نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا" ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔ حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ منافق میں دو خصلتیں جمع نہیں ہوتیں اچھے اخلاق اور دین کا علم۔ [20] صحیحین اور جامع ترمذی کی روایات سے علم کی فضلیت و اہمیت واضح ہو رہی ہے۔ امام ابن ماجہ علم کی فضلیت کے متعلق چند احادیث روایات کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ تم میں سب سے افضل وہ شخص ہے جو قرآن مجید کا علم سیکھے اور سکھائے۔ آپ نے فرمایا جس شخص نے قرآن مجید پڑھا اور اسکو یاد کیا اللہ تعالیٰ اسکو جنت میں داخل کر دے گا۔ اور اسے اسکے گھر کے ان دس افراد کے لیے شفاعت کرنے والا بنائے گا جو جہنم کے مستحق ہو چکے ہوں گے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ نے فرمایا۔ اے ابوذر اگر تم صبح اٹھ کر قرآن مجید کی ایک آیت کا علم حاصل کر لو تو وہ تمہارے لیے سو رکعات پڑھنے سے بہتر ہے اور اگر تم صبح اٹھ کر علم کا ایک باب پڑھ لو خواہ اس پر عمل ہو یا نہ ہو تو وہ ایک ہزار رکعات پڑھنے سے بہتر ہے۔ [21] امام دارمی روایت کرتے ہیں حضرت ابن عباس نے فرمایا نیکی کے معلم کے لیے ہر چیز استغفار کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں بھی۔ احنف بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا عہدہ کی ذمہ داری لینے سے پہلے فقہ حاصل کر لو۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ رات کی ایک ساعت میں علم حاصل کرنا ساری رات جاگنے سے افضل ہے اور حضرت ابوہریرہ نے کہا میں رات کے تین حصے کرتا ہوں۔ تہائی رات میں سوتا ہوں، تہائی رات میں قیام کرتا ہوں اور تہائی رات میں رسول اللہ کی احادیث یاد کرتا ہوں۔ [22] امام بیہقی روایت کرتے

ہیں۔ ابو جعفر نے کہا ابلیس کے نزدیک عالم کی موت ستر عابدوں کی موت سے زیادہ محبوب ہے اور حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا ہر چیز کا ستون ہے اور اسلام کا ستون دین کی فقہ ہے اور ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔[23] جب ایک عالم عابد سے اتنی زیادہ فضیلیت کا حامل ہے تو جاہل کے مقابلے میں کتنی فضلیت و اہمیت رکھتا ہوگا۔ چنانچہ آپ نے خود ارشاد فرمادیا: قل هل يستوالذين يعلمون والذين لايعلمون ۔[24] فرمادیجئے کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ علم نہیں رکھتے سب برابر ہوسکتے ہیں اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان والوں اور جنہیں علم دیا گیا ان کے درجات بلند فرمائے گا۔[25] معلوم ہوا تعلیم و تعلم والوں کے ساتھ برابری کا دعوی کرنے والے احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔ نہ رب کے نزدیک وہ برابر ہوسکتے ہیں اور نہ جناب محمد عربی کے نزدیک ان کا برابری کا دعوی قبول ہوگا۔ اب ہم کچھ فقہاء اور محدثین کی عبارات سے تعلیم کی اہمیت و فضلیت بیان کر رہے ہیں۔ امام بیہقی بیان کرتے ہیں۔ جب علم کا لفظ مطلقاً بولا جائے تو اس سے مراد علم دین ہوتا ہے اور اسکی متعدد اقسام ہیں: اللہ عزوجل کی معرفت کا علم، اس کو علم الاصل کہتے ہیں۔ اللہ عزوجل کی طرف سے نازل شدہ چیزوں کا علم اس میں علم نبوت اور علم احکام اللہ بھی داخل ہے۔ کتاب و سنت کی نصوص ان کے معانی کا علم، اسمیں مراتب نصوص ناسخ اور منسوخ۔ اجتہاد، قیاس، صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے اقوال کا علم ان کے اتفاق اور اختلاف کا علم بھی داخل ہے۔ جن علوم سے کتاب و سنت کی معرفت اور احکام شرعیہ کا علم ممکن ہو اس میں لغت عرب، نحو، صرف اور محاورات عرب کی معرفت داخل ہے۔[26] علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔ زیادہ تر علماء کی رائے یہ ہے کہ اس آیت (توبہ 122) میں علم دین کی طلب میں سفر کرنے کا حکم دیا ہے اور اس آیت کی رو سے یہ علم حاصل کرنا فرض ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جس علم پر فرائض کی ادائیگی موقوف ہو اس کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔[27] علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں۔ طلب علم کی دو قسمیں ہیں ایک فرض عین ہے اس کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے مثلاً نماز ہر شخص پر فرض ہے تو نماز کے احکام اور مسائل کا سیکھنا ہر شخص پر فرض ہے۔ اسی طرح روزہ بھی ہر مسلمان پر فرض ہے تو اس کے مسائل کا علم حاصل کرنا بھی ہر شخص پر فرض ہے اور جو شخص مالدار ہو اس پر زکوۃ کے مسائل کا سیکھنا بھی فرض ہے اور جو حج کے لیے روانہ ہو اس پر حج کے ارکان، فرائض، واجبات اور موانع کا علم حاصل کرنا اور جو شخص نکاح کرے اس پر لازم ہے کہ وہ نکاح، طلاق اور حقوق زوجین کے جملہ مسائل کا پہلے علم حاصل کرے اور اسکی فرضیت پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور نااہل کو علم سکھانا ایسا ہے جیسے خنزیروں کو جوہر، موتی اور سونے کے ہار ڈال دیئے جائیں۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث 224) طلب علم دین کی دوسری قسم فرض کفایہ ہے یعنی تمام احکام شرعیہ اور مسائل دینیہ کا ان کے دلائل کے ساتھ علم حاصل کرنا حتی کہ جب کسی عام شخص کو زندگی میں جو بھی علمی یا اعتقادی مسئلہ درپیش ہو تو وہ عالم دین اس مسئلہ کا حل پیش کرسکے۔ اس میں عبادات، معاملات، حدود و تعزیرات، قصاص اور حدیث اور تفسیر کا علم شامل ہے۔ اس علم کا حامل رتبہ اجتہاد پر فائز ہوتا ہے اور اس اجتہاد سے مراد مسائل ۔۔ میں اجتہاد ہے۔ جیسے اس زمانہ میں ٹیلی فون پر نکاح، ریڈیو اور ٹیلی وژن پر رمضان اور عید اور سحر اور افطار کا اعلان، خاندانی منصوبہ بندی، اسقاط حمل، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، ریل اور ہوائی جہاز میں نماز، الکوحل آمیز دوائیاں، انتقال خون اور ایسے دیگر مسائل میں شرعی حکم بیان کرنا، اس آیت (التوبہ 122) میں مسلمانوں کی ایک جماعت کو علم دین کے حصول کیلئے نکلنے کا حکم دیا گیا ہے اس سے یہی مراد ہے اور جب یہ لوگ اس علم کو حاصل کرکے آئیں اور اپنے علاقے کے لوگوں کو احکام شرعیہ بتائیں تو ان پر ان کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرنا فرض ہے۔[28] علامہ سعیدی فرماتے ہیں۔ امام ابو عبداللہ (بخاری) نے کہا تعلموا ابعد ان تسودوا وقد تعلم اصحاب النبی فی کبر سنھم اور حصول منصب کے بعد علم حاصل کرو کیونکہ نبی کے اصحاب نے

بڑی عمر کے بعد بھی علم حاصل کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ رسول نے مجھے سینہ سے لگایا اور آپ نے دعا کی۔ اللهم علمه الكتاب۔ اے اللہ اسکو کتاب کا علم سکھا۔[29] امام غزالی فضیلۃ التعلیم" کے عنوان سے آیات و احادیث بیان کرتے ہیں جن میں چند درج کی جاتی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ بے شک فرشتے اپنے پر اللہ کی رضا کی خاطر علم حاصل کرنے والے کے لیے بچھا دیتے ہیں۔ اور فرمایا۔ کسی آدمی کا علم کا ایک باب سیکھنا دینا اور اسمیں جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے اور فرمایا۔ اطلبو العلم ولو بالصین۔ علم حاصل کرو چاہے چین ہی کیوں نہ جانا پڑے اور فرمایا۔ علم خزانہ ہے اور سوال اسکی کنجیاں سن لو سوال بے شک سوال کرنے سے چار آدمیوں کو اجر ملتا ہے۔ سائل کو، عالم کو، سننے والے کو، اور ان سے محبت کرنے والوں کو۔ اور فرمایا جاہل، کو اپنی جہالت پر خاموش نہیں رہنا چاہیے اور نہ عالم کو اپنے علم پر خاموش رہنا چاہیے۔ عالم کی مجلس میں حاضری، 1000 رکعات نماز، ہزار مہینوں کی عبادت اور ہزار جنازوں میں شرکت سے افضل ہے۔ ابو ذر فرماتے ہیں۔ عالم بنو یا متعلم بنو یا علم سننے والے بنو چوتھے نہ بننا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ عطاء نے فرمایا علم کی مجلس ستر فضول مجلسوں کا کفارہ بنتی ہے۔ امام شافعی نے فرمایا۔ طلب العلم افضل من النافلۃ۔ علم کا حاصل کرنا نفل سے افضل ہے۔ امام غزالی دوسرے "فضیلۃ التعلیم" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:[30]"فقوله عزوجل .(لينذرواقومهم اذا رجعو اليهم لعلهم يحذرون المراد اوتو الكتا ب ليتبنيه للناس ولا تكتمونه) وهوايجاب للتعليم وقوله تعالىٰ (وان فر يقا منهم ليكتمون الحق وهم يعلمون) وهو تحريم لكتمان۔ ترجمہ: (اللہ کے فرمان (تاکہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں جب ان کی طرف لوٹیں اس امید پر کہ وہ ڈر جائیں اس سے مراد تعلیم اور سکھانا ہے۔ اور فرمان الہی (اور جب اللہ نے اہل کتاب سے پختہ عہد لیا تھا کہ وہ لوگوں سے کتاب کی آیات بیان کریں گے، چھپائیں گے نہیں۔ تعلیم کو واجب کرنا اور فرمان الہی (اور بے شک ان سے ایک گروہ ایسا ہے جو حق کو جان بوجھ کر چھپانا چاہتا ہے) یہ آیت علم چھپانے کی حرمت کے متعلق ہے۔[31] حضرت معاذ سے حضور نے فرمایا جب آپ کو یمن کی طرف بھیجا تو کہ اگر اللہ تعالیٰ تیری وجہ سے کسی ایک آدمی کو ہدایت دے تو تیرے لیے دنیا اور جو کچھ اسمیں ہے اس سے بہتر ہے۔ اور فرمایا۔ جس نے علم کا ایک باب سیکھا تاکہ لوگوں کو تعلیم دے گا اسے ستر صدقوں کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے اور اہل آسمان وزمین یہاں تک کہ چیونٹی اپنے سراغ میں اور یہاں تک کہ مچھلیاں سمندر میں لوگوں کو علم سکھانے والے کیلئے رحمت کی دعا کرتی ہیں۔ اور فرمایا۔ جب بندہ مر جاتا ہے تو اسکا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے ایک علم جس سے نفع اٹھایا جائے اور فرمایا۔ میرے خلفاء پر اللہ کی رحمت ہو کہا گیا آپکے خلفا کو ن ہیں فرمایا جو میری سنت کو زندہ کرتے ہیں اور اللہ کے بندوں کو سکھاتے ہیں۔ حضرت حسن فرماتے ہیں اگر علماء نہ ہوتے لوگ جانوروں کی طرح ہوتے امام غزالی اسکی تشریح کرتے ہیں۔ کہ علماء تعلیم کے ذریعے لوگوں کو بہیمیت کی حد سے نکال کر انسانیت کی حد میں لے جاتے ہیں۔ اب آخر میں امام غزالی کے ان کلمات سے اس بحث کا اختتام کرتا ہوں "لان العلم حياة القلوب من العمى، ونور الاجبار من الظلم وقوة الابدان من الضعف ، يبلغ به العبد منازل الابرار والدرجات العلى، والتفكر فيه يعدل بالصيام ، مدارسته بالقيام ، به يطاع الله عزوجل وبه يعبد ، وبه يوعدوبه يو حد وبه يحمد وبه يتورع ، وبه توصل الارحام وبه يعر ف الحلال والحرام ۔وهو امام والعمل تابعه يلهمه السعدان ويحرمه الاشقياء نسال الله تعالىٰ حسن التوفيق۔[32] ترجمہ: بے شک علم اندھوں کیلئے دلوں کی حیات ہے۔ اندھیرے سے آنکھوں کا نور ہے۔ کمزوری سے بدن کی قوت ہے۔ علم کے ذریعے بندہ نیک لوگوں کے بلند درجات تک پہنچ جاتا ہے۔ علم میں غور و فکر روزے کے قائم مقام ہے۔ علم کا درس نوافل کی طرح ہے۔ علم کے ذریعے اللہ کی اطاعت، عبادت، خوف کیا جاتا ہے۔ علم کے ذریعے اللہ کو ایک مانا جاتا ہے۔ اللہ کی حمد، تقوی، کیا جاتا ہے اسکے ذریعے صلہ رحمی اور حلال

و حرام کی پہچان کی جاتی ہے۔ علم امام ہے اور عمل اسکا مقتدی، یہ نیک بختوں کا مقدر ہے اور بدبخت اس سے محروم رہتے ہیں۔ ہم اللہ سے اچھی توفیق کا سوال کرتے ہیں۔

سیرت طیبہ سے اہمیت تعلیم کے عملی مظاہر

اگر تاریخ انسانی پر ہم نظر دوڑائیں تو صرف ایک ہستی ہی ایسی نظر آتی ہے جس نے سب سے پہلے تعلیم و تعلم کو جس طرح اہمیت دی پہلے کسی نے نہ دی اور جسطرح تعلیم کے مواقع غریب و امیر، جوان، پیر کے لیے برابر فراہم کیے کسی اور نے ان کا مظاہرہ نہ کیا وہ ہستی آخر الانبیاء مکہ مکرمہ کے باسی جناب حضرت محمد بن عبد اللہ ہیں۔ افلاطون وارسطو اور اہل یونان کی تعلیم و تدریس اور جناب محمد کی تعلیم و تدریس میں بڑا فرق یہ ہے کہ آج تک جس کے اقوال و افعال زیادہ محفوظ رہ گئے وہ جناب محمد عربی کے ہیں۔ آپ نے خود کیلئے معلم کا منصب پسند فرمایا اور رب نے بھی آپ کو پہلی وحی میں پڑھنے کا حکم صادر فرمایا۔ قرآن کی ۶۲۳۶ آیتوں میں سے لفظ اقراء کے ساتھ آغاز رب کو زیادہ محبوب تھا۔ اسی بناء پر حضور علیہ السلام نے بھی پہلی وحی کے ساتھ سے تعلیم اور علم کو ترجیح دی۔ آپ کی سیرت سے تعلیم کی اہمیت کا سب سے پہلا مظاہرہ وادئ ارقم میں ظہور پذیر ہوا۔ آپ نے خفیہ طور پر یہاں دین اسلام کی بنیادی تعلیمات کی تدریس فرمائی۔ گویا کہ اسلام کی پہلی درسگاہ پہلا سکول آف تھاٹ دار ارقم بنا۔ اسکی تفصیل کچھ یوں محدثین و مورخین نے بیان کی۔

دار ارقم

علامہ صفی الرحمان مبارک یوں لکھتے ہیں "دار ارقم مکہ مکرمہ میں کوہ صفا کے قریب ایک گھر تھا۔ جہاں مسلمان ابتداء اسلام میں چھپ کر نماز ادا کرتے۔ دار ارقم کو پہلا اسلامی مدرسہ یا پہلی مسلم جامعہ کہا جاسکتا ہے۔ یہ گھر ارقم بن الارقم مخزومی کا تھا جو مشرکین کی نگاہوں اور مجلسوں سے الگ تھلگ تھا۔ اسے نبی اکرم نے 5 نبوی سے اپنی دعوت اور مسلمانوں کی اجتماعی دعوت کا مرکز بنایا۔ ابتدائے اسلام میں آپ دار ارقم میں حاضر ہونے والے مسلمانوں کو اسلام کی تعلیم دیتے اور یہ باہر جاکر آپ کے ارشادات عام کرتے تقریباً ایک سال یہ خفیہ مرکز قائم رہا۔[33] الغرض سرکار نے سب سے پہلے اپنی زندگی میں جہاں تعلیم کا عملی مظاہرہ دکھایا دار ارقم تھا جہاں آپ خفیہ طور پر یہ مسلمانوں کو دین اسلام کی تعلیم سے آراستہ فرماتے۔

چبوترہ صفہ

ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں۔ آپ نے ہجرت کے فوراً بعد سب سے پہلا جو کام کیا وہ مسجد کی تعمیر تھی۔ جسکے ایک حصہ میں آپ نے صحابہ کی ایک جماعت کی تدریس کا انتظام کیا۔ یہ جگہ صفہ کے نام سے معروف ہے جو رات کے وقت اقامت گاہ بن جاتی اور دن کے وقت ایک لیکچر ہال جہاں ہر کوئی بیٹھنے اور حصول علم کے لیے آزاد تھا۔[34] تفسیر عباس صاحب اپنے مقالے میں لکھتے ہیں۔ ہجرت عامہ سے دوسال پہلے ہی مدینہ منورہ میں مسجد بنی زریق، مسجد قباء بیت العزاب اور نقیع الخصمات اور دیگر مساجد و مقامات میں قرآن، تفقہ فی الدین اور شرائع اسلام کی تعلیم ہورہی تھی۔ اور ان میں تعلیمی خدمات انجام دینے والے حضرات کے لیے معلم اور مقری کا لقب مشہور ہوگیا تھا۔ اور ان کے فضلاء اور فارغین کی اچھی خاصی تعداد ہوگئی تھی۔ اس کے بعد رسول اللہ کی تشریف آوری پر مسجد نبوی میں مرکزی درسگاہ کا اجراء ہوا معلم انسانیت کی حیثیت سے قرآنی نصاب تعلیم کے مطابق ایک مثالی درسگاہ قائم کرنا اور اسے کامیابی سے چلانا بھی رسول اللہ کی ذمہ داری تھی۔ چنانچہ آپ نے مسجد نبوی میں ایک کھلی اقامتی درسگاہ قائم کی جس کی حیرت انگیز کامیابی اس کے مثالی ہونے کا زندہ، جاوید ثبوت ہے۔[35] آگے چل کر آپ لکھتے ہیں ۔رسول اللہ نے عورتوں کو احکام دین سیکھنے کے لیے مساجد میں آنے اور نماز عیدین میں بھی شریک ہونے کی اجازت دی۔ صحابیات رضی اللہ عنہ آپ کی مجلس وعظ تلقین میں شریک ہوتی تھیں۔ سنن نسائی اور سنن ابی داود میں "صفة النساء "یعنی عورتو

ل کا چھپر (جو مسجد نبوی میں تھا) کا جملہ موجود ہے۔[36] ڈاکٹر نصیر احمد لکھتے ہیں درس گاہ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس میں بچے اور مرد وجواں نیز عورتوں کی تعلیم وتربیت کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔[37]

دیگر مظاہر

رسول اللہ کی تعلیمی پالیسی کا آغاز ہجرت مدینہ کے بعد ہوتا ہے آپ نے مدینہ میں 10 سال گزارے۔ اس قلیل مدت میں اس نوازئیدہ ریاست کو ہر پہلو سے مکمل کرنے کی انتھک کوشش کی۔ رسول اللہ نے ابتدائی لازمی تعلیم کو مفت قرار دیا آپ نے مدینہ میں آکر فوری طور پر ان صحابہ کو بھی تعلیم دی جب وہ اُدھیڑ عمر کو پہنچ چکے تھے۔ اور آخری عمر میں وہ علم کے سمندر ثابت ہوئے۔ روایات میں آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ آپ سے دس آیات سنتے تھے تو جب تک ان آیات کا علم اور احکامات سیکھ کر عمل نہ کرلیتے حضور انہیں آگے سبق نہیں دیتے تھے۔ رسول اللہ نے جس طرح بچوں اور بالغوں کی تعلیم پر زور دیا اسی طرح عورتوں کی تعلیم پر بھی زور دیا ہے آپ نے عورتوں کیلئے ایک الگ دن مقرر فرمایا۔ اس روز آپ حضرت بلال کی معیت میں خواتین کے اجتماع میں تشریف لے جاتے اور عورتوں کو نصیحت فرماتے۔ چنانچہ حضرت یسیرہ فرماتی ہیں رسول اللہ نے ہمیں تعلیم دیتے ہوئے فرمایا۔ تسبیح وتہلیل اور تقدیس کو لازم کرو اور پوروں کے ساتھ ذکر کرو کیونکہ ان سے پوچھا جائے گا اور انہیں قوت گویائی عطا کی جائیگی۔ اور غفلت نہ کرنا کہ رحمت کو بھول جاؤ۔[38] یوں سرکار وقتاً فوقتاً اپنے صحابہ وصحابیات کو تعلیم دین سے روشناس فرمایا کرتے تھے۔ باقاعدہ درس گاہ میں تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ چلتے پھرتے، سفر، حضر میں اٹھتے بیٹھتے تبلیغ اور تعلیم کا فریضہ انجام دیتے رہتے تھے۔ الغرض آپ کی 23 سالہ نبوت کی زندگی تعلیم وتربیت کی ترویج کی خاطر گزری۔ اسی بنا پر آپ نے فرمایا محمد کو معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی اسی معلمی کا منصب اختیار فرمائے رکھا۔

دینی ودنیاوی تعلیم میں فرق کی حقیقت

کسی کا بہت مشہور فرمان ہے کہ "دنیا کا واحد گناہ جہالت ہے" یہ ایک ایسی جامع اور عالمگیر حقیقت ہے جس کا انکار ممکن نہیں ہے علم ہی وہ روشنی ہے جو اچھے برے کی تمیز سے لیکر خالق کی معرفت تک کا راستہ دکھاتی ہے۔ علم کے بغیر عمل بھی زندیقیت کی طرف لے جاتا ہے اور کئی ایسے لوگ جو محض عمل پر اکتفاء کرتے رہے ضلالت کی قعر مذلت میں جا پڑے۔ لہذا علم فی نفسہ اس بات سے قطع نظر کہ وہ دینی ہے یا عصری علم ہے فضیلت کا باعث ہے تمام مباحث سے پہلے دین اور دنیا کی تعریف کو سمجھ لینا چاہیے۔

علامہ جرجانی کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ "الدين والملة متحدان بالذات ومختلفان بالا عتبار فان الشريعه من حيث انها تطاع تسمى دينا و من انها تجمع تسمى ملة و من حيث انها يرجع اليها تسمى مذهبا وقيل الفرق بين الدين والملة والمذهب ان الدين منسوب الى الله تعالىٰ والملة منسوبه الى الرسول والمذهب منسوب الى المجتهد۔[39] دین اور ملت بالذات ایک ہیں اور تعبیر کے لحاظ سے مختلف ہیں کیونکہ شریعت کو اگر اس جہت سے دیکھا جائے کہ وہ سراپا اطاعت ہے تو اسے دین کہتے ہیں اور اگر اس کے اجتماعی پہلو کو دیکھا جائے تو ملت کہلاتی ہے اور مرجع خلائق ہونے کے اعتبار سے مذہب کہلاتی ہے اور یہ بھی قول ہے کہ دین، مذہب اور ملت میں فرق یہ ہے کہ دین کی نسبت اللہ کی طرف جاتی ہے، ملت رسول اللہ کی طرف منسوب ہے اور مذہب مجتہد کی طرف منسوب ہے۔ مفتی محمد شفیع دین کی تعریف کچھ اس انداز میں کرتے ہیں۔ "عربی زبان میں لفظ دین کے چند معنی ہیں جس میں ایک معنی ہے طریقہ اور روش، قرآن کی اصطلاح میں لفظ دین ان اصول واحکام کیلئے بولا جاتا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے خاتم الانبیاء تک سب انبیاء میں مشترک ہیں۔[40] علامہ محمد ظفر قادری "دین" کی تعریف لکھتے ہیں۔ "وہ عقائد جو تمام انبیاء کرام میں مشترک ہوں انہیں دین کہتے ہیں جیسے، توحید، رسالت، جزا، سزا، جنت، دوزخ وغیرہ۔[41] ایسے ہی دنیا کی تعریف کے بارے میں مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں۔

"اس کے معنی قریب کے ہیں"۔[42] مندرجہ بالا تعریفیں کسی حد تک لغوی ہیں اور کچھ حضرات نے اصطلاحی تعریفیں بھی بیان کی ہیں لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ دین کا معنی "طریقہ" بتایا گیا ہے یعنی ہر وہ طریقہ (نصاب / علم جو اللہ کے قریب کردے تو وہ دین ہے اور ہر وہ طریقہ (نصاب / علم) جو اللہ سے دور کردے وہ دنیا کے زمرے میں آجائے گا۔ اس میں مذہبی و عصری علوم کی تخصیص نہیں ہے کیونکہ علم فی نفسہ باعث شرف و افتخار ہے اور اسلام میں تو علم کی فضیلیت اس حد تک ہے کہ تربیت یافتہ کتے اور عقاب کو اگر بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑا جائے تو (باقی شرائط کو مدنظر رکھتے ہوئے) ان کا شکار حلال ہے۔ رب کریم کا فرمان ہے کہ۔ "یسئلونک ماذا احل لھم قل احل لکم الطیبت وما علمتم من الجوارح مکلبین تعلمو نھن مما علمکم اللہ فکلوا مم اامسکن علیکم واذکر و اسم اللہ علیہ واتقو اللہ ان اللہ سریع الحساب۔[43] ترجمہ: اے رسول مکرم! لوگ آپ سے حلال کردہ چیزوں کے بارے میں پوچھتے ہیں فرمادیں! تمہارے لیے پاک چیزیں حلال قرار دی گئی ہیں اور تم نے جو شکاری جانور سدھا لیے ہیں اس حال میں کہ تم انہیں شکار کا طریقہ سکھانے والے ہو۔ تم انہیں اس طرح سکھاتے ہو جس طرح تمہیں اللہ نے سکھایا ہے۔ سو اس شکار کھاؤ جس کو وہ (شکاری جانور) تمہارے لیے روک رکھیں اور (شکار پر چھوڑتے وقت) اس شکاری جانور پر تم اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ مذکورہ بالا آیت کریمہ سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ علم میں فی نفسہ باعث فضیلیت ہے کہ شکاری جانور کو شکار کیلئے تربیت دینے پر اسے یہ امتیاز حاصل ہو جاتا ہے کہ اس کا شکار شرعی شرائط کے ساتھ حلال ہے۔ نیز قران کریم نے جہاں بھی علم کی فضیلیت بیان فرمائی ہے وہاں پر مطلقاً علم کا تذکرہ کیا ہے اسے علم دین کے ساتھ خاص نہیں کیا اور فقہ حنفی کا شہرہ آفاق اصول ہے کہ المطلق یجری علی اطلاقہ "تو پھر اسے محض علم دین کے ساتھ خاص کرنا چہ معنی دارد۔ قرآن کریم ہمیں بار بار غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ قرآن کریم کی آیات مبارکہ میں اگر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن کریم تمام اصناف علم کا منبع ہے اور تمام علوم کا اجمالا یا تفصیلاً تذکرہ کرتا نظر آتا ہے مفتی منیب الرحمان صاحب رقمطراز ہیں: "قرآن کریم میں انسان کے ادوار تخلیق کا ذکر ہے جو براہ راست بیالوجی سے متعلق ہے۔ نظام فلکی، شمس و قمر اور سیاروں کا ذکر ہے جو فلکیات اور بالائی فضا سے متعلق ہے۔ بادلوں کی تشکیل اور ہواؤں کی ترسیل کا ذکر ہے جو موسمیات کا علم ہے۔ تسخیر بحر کا ذکر ہے جو بحریات کا علم ہے۔ پوروں کا ذکر ہے جو دست شناسی کا علم ہے۔ بحری حیات و حیوانات کا ذکر ہے۔ فولاد اور اس کے منافع کا بطور خاص تذکرہ جو دھات سازی یا حدیدیات کا علم ہے۔ سورہ سبا آیت: 7 میں ایٹم (یعنی بنیادی غیر منقسم اکائی جسے سائنسی زبان میں نیوٹرون، اور پروٹون کہتے ہیں) کا اشارتاً کا ذکر ہے۔ شہد اور شہد کی مکھی، مکڑی اور اس کے جالے، مچھر، پرندوں غرض ہر طرح کے ذی حیات جانوروں کا ذکر ہے۔ زراعت و نباتات کا ذکر، پہاڑ یعنی جبلیات کا الگ ذکر ہے۔ سورۃ الرحمان کی آیت: 33 میں تسخیر خلا کے امکان کا بھی ذکر ہے۔ الغرض کوئی شعبہ علم ایسا نہیں جس کا قرآن و حدیث میں صراحتاً، اشارتاً یا کنایتاً ذکر نہ ہو لہذا اپنی اپنی جگہ ہر شعبے کا علم اہمیت رکھتا ہے البتہ یہ امر مسلم ہے کہ علوم میں باہم تفضیل (یعنی ایک علم کی دوسرے علم پر فضیلت) کی نسبت موجود ہے۔ بعض علوم عالیہ ہیں اور بعض آلیہ بعض کا تعلق معاد سے ہے اور بعض کا ابتداء وارتقاء کائنات اور اس دنیا سے ہے۔ بعض کا تعلق حیات ظاہری سے بعض کا حیات برزخی سے اور بعض کا آخرت سے ہے۔ بعض کا تعلق ذات باری تعالی۔ ذات رسول ﷺ جملہ ایمانیات وعقائد اور عبادات سے ہے۔ بعض کا معاملات سے ہے۔ بعض کا تعلق ذات باری تعالیٰ، ذات رسول ﷺ، جملہ ایمانیات و عقائد اور عبادات سے ہے بعض کا معاملات سے ہے بعض کا حقوق اللہ اور بعض کا حقوق العباد سے ہے۔ پھر یہ بھی ایک مسلم امر ہے کہ علم کی فضیلت کا مدار موضوع کی فضیلت پر ہے۔[44] مندرجہ بالا اقتباس سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں کہ قرآن کریم مختلف مقامات پر مختلف علوم کا تذکرہ کرتا ہے جن میں دینی علوم بھی ہیں اور عصری علوم بھی کیونکہ قرآن کو جب کتاب ہدایت کہا جاتا ہے تو

اس سے مراد محض دینی معاملات کی راہنمائی نہیں ہوتی بلکہ عصری معاملات میں بھی وہ مکمل راہنمائی فراہم کرتا ہے دوسری اور اہم بات جو قبلہ مفتی صاحب نے لکھی ہے کہ علم کی فضلیت کا معیار مقصدیت پر ہے۔ یعنی یہ دیکھا جائے گا کہ علم کس مقصد کیلئے حاصل کیا گیا۔ اگر قرآن وسنت کا علم بھی کسی باطل مقصد کیلئے حاصل کیا جائے تو یہ باعث وبال ہو گا۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ"عن کعب بن مالک قال: قال رسول الله ﷺ: من طلب العلم ليجاری به العلماء به او ليماری به السفہااویصرف به وجوه الناس اليه ادخله الله النار ۔[45] حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو علم اس مقصد کیلئے حاصل کرے کہ اس کے بل پر علماء کے مقابل پر اپنی برتری قائم کرئے یانادان وکم عقل لوگوں پر بحث میں غالب آئے یاعلم کے ذریعے لوگوں کو اپنی جانب مائل کرے (یعنی دنیاوی نفع حاصل کرے) تو اللہ اسے جہنم میں داخل کرے گا۔ ایسے ہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ سرکار عالی وقار نے ارشاد فرمایا۔ جس نے ایسا علم جس سے اللہ تعالی کی رضا حاصل کی جاتی ہے اس غرض سے سیکھا کہ وہ اس کے ذریعے دنیا کی متاع حاصل کرے تو قیامت کے دن اسے جنت کی خوشبو بھی میسر نہیں آئیگی۔[46] مندرجہ بالا دونوں احادیث اس بات پر دال ہیں کہ طلب علم میں خلوص نیت اور مقصدیت کا بہت زیادہ عمل دخل ہے۔ اگر طلب علم کا مقصد نیک نہیں ہے تو ایسا علم دنیا وآخرت میں ناکامی و رسوائی کا باعث ہو گا۔ اسی مضمون کی ایک انتہائی نصحیت آموز حدیث ہے جس کا تذکرہ انتہائی ضروری ہے۔"حضرت ابوہریرہ راوی ہیں کہ سرکار دوعالم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن پہلا آدمی جس پر حکم لگایا جائے گا وہ ہو گا جسے شہید کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ (میدان حشر میں) وہ پیش کیا جائے گا اور اللہ تعالی اس کو اپنی نعمتیں یاد دلائے گا جو اسے یاد آجائیں گے پھر اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ تونے ان نعمتوں کے شکر میں کیا کام کیا؟ وہ کہے گا میں تیری راہ میں لڑا یہاں تک کہ شہید کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمایگا کہ تو جھوٹا ہے کیونکہ تو اس لیے لڑا تھا کہ مجھے بہادر کہا جائے چنانچہ تجھے (بہادر کہا گیا) اور تیرا اصل مقصد مخلوق سے حاصل ہوا۔ پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر دوسرا وہ آدمی ہو گا جس نے علم حاصل کیا ۔ دوسروں کو تعلیم دی اور قرآن کو پڑھا چنانچہ اسے بھی (اللہ کے حضور میں لایا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی عطا کی ہوئی محنتیں یاد دلائیگا پھر وہ پوچھے گا تو ان نعمتوں کے شکر میں کیا اعمال کیے؟ وہ کہے گا میں نے علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا اور تیرے لیے قرآن پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا تو جھوٹا ہے تونے تو علم محض اس لیے حاصل کیا تھا تاکہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لیے پڑھا تھا تاکہ لوگ تجھے قاری کہیں چنانچہ تجھے عالم وقاری کہا گیا پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔[47] مندرجہ بالا حدیث میں بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ علم جو بھی حاصل کیا جائے اس کا مقصد ہی بنیادی چیز ہوتا ہے اگر وہ رضائے الٰہی کیلئے نہ ہو اور للّٰہیت کا عنصر غالب نہ ہو تو وہ موصل الی النار ہوتا ہے ایسے ہی امام طبرانی نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے جو کہ درج ذیل ہے۔ "حضرت کعب بن عجرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص اپنے چھوٹے بچوں کیلئے تلاش رزق میں نکلا تو وہ اللہ کے راستے میں ہے۔ اگر کوئی شخص بوڑھے والدین کی کفالت کی نیت سے کمانے کیلئے نکلا تو وہ بھی اللہ کے راستے میں ہے اور اگر کوئی شخص اپنی ذات کیلئے اس نیت سے روزی کمانے کیلئے نکلا کہ وہ محتاجی اور تنگدستی سے بچے تو وہ بھی اللہ کے راستے میں ہے اور اگر کوئی شخص ریاکاری اور نخرے کی نیت سے تلاش رزق میں نکلا تو وہ شیطان کے راستے میں ہے۔[48] مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو علم روزی کمانے اور حلال کھانے کیلئے حاصل کیا جاتا ہے وہ بھی باعث اجر وثواب ہے اور اس سے بھی فضیلت حاصل ہو گی۔ دنیاوی وعصری علوم کی فضلیت کے بارے میں مفتی منیب الرحمن صاحب کا ایک پرمغز اقتباس قابل غور ہے آپ لکھتے ہیں کہ۔ "اگر وہ ان عصری دنیاوی علوم کو اس نیت سے حاصل کرتا ہے کہ ان میں مرتبہ کمال حاصل کر کے دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کو غالب کرے اور باطل کو مغلوب کرے۔ اسلام کی عظمت رفتہ

کو واپس لائے تو یہ بہت بڑی سعادت و عبادت ہے اگر ایسا شخص عام زندگی میں دینی فرائض، واجبات اور سنن کا پابند ہے۔ مگر بقیہ وقت نیک نیتی کے ساتھ غلبہ اسلام کیلئے علوم جدید یا عصری علوم میں مہارت کیلئے صرف کرتا ہے تو کوئی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو نفلی نمازیں پڑھنے والے نفلی روزے رکھنے والوں سے زیادہ اجر عطا کرے۔ ضروریات دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض کفایہ ہے اور دین میں تفقہ اور مہارت تامہ پیدا کرنا، یہ امت پر فرض کفایہ ہے۔ بالکل اسی طرح دور حاضر کے ان تمام سائنسی و فنی علوم کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے جن کے بغیر قوموں کی مادی ترقی عملاً ناممکن ہے اور جن میں مہارت کے باعث کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ مسلمانوں پر غالب آچکے ہیں اور مسلمان اس وقت قعر مذلت میں گرے ہوئے ہیں۔ لمحہ موجود میں اسباب ظاہری اور زمینی حقائق کی رو سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے ادبار و تنزل کا یہ دور شائد کبھی ختم نہ ہو اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ اسباب اس کی مشیت کے تابع ہیں۔ وہ مافوق الاسباب آن واحد میں چاہے تو کایا پلٹ دے لیکن عروج وزوال امم کیلئے اللہ تعالیٰ کی ایک سنت جاریہ مستمرہ بھی ہے۔ لہذا میری ناقص فہم کے مطابق اسلام اور مسلمانون کے غلبے کیلئے عصری علوم کا حاصل کرنے والا علمی فضیلت کی تمام برکات و ثمرات کا حقدار ہے یہ الگ بات ہے کہ ان کا درجہ دینی علوم کے بعد ہے۔[49]

مدارس کی تعلیم اور جدید تعلیم میں ہم آہنگی عصر حاضر کا تقاضا

ہم بحیثیت قوم ہر معاملے میں انتہا پسندی کا شکار ہیں تعلیم کے معاملے میں بھی ہم اسی افراط کا شکار ہیں۔ بعض بنیاد پرست عصری علوم کو تمام خامیوں کا مجموعہ قرار دیتے ہیں اور درس نظامی کو یکسر درست قرار دیتے ہیں۔ جبکہ بعض لبرلز درس نظامی کے نصاب کو سراپا خامی قرار دیتے ہیں اور عصری علوم کو یکسر درست سمجھتے ہیں ہم ان میں سے کسی رائے کو بھی درست قرار نہیں دیتے بلکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ بعض خوبیوں کے لحاظ سے نصاب درس نظامی بہتر ہے اور بعض کے حوالے سے عصری علوم اور بعض خامیاں درس نظامی کے نصاب میں شامل ایسی ہیں جو ناقابل برداشت ہیں اور بعض کجیاں عصری علوم کی ایسی ہیں جنھیں نظر انداز کرنا ممکن نہیں ہے۔ قابل غور امر یہ ہے کہ سرکار عالی وقار کے دور میں دینی و دنیاوی تعلیم کی تمیز ہرگز نہ تھی۔ علم کو بحیثیت علم ہی سیکھا اور سکھایا جاتا تھا۔ مسلمانوں نے جہاں قرآن و سنت کے علوم سیکھے وہاں فن سپہ گری میں بھی مہارت حاصل کی۔ صحابہ کرام نے دیگر عجمی زبانوں پر بھی مہارت تامہ حاصل کی۔ صحابہ کرام نے اپنے بچوں کو کفار سے عصری علوم کی تعلیم بھی دلوائی۔ صحابیات نے علوم قرآنیہ کے ساتھ فن بخیہ گری بھی سیکھا۔ جراحت کے بھی فرائض سرانجام دیئے۔ اور دیگر بھی کئی دینی و عصری علوم پر مہارت حاصل کی۔ ایک طویل عرصے تک مدرسہ و جامعہ ایک ہی رہے۔ ایک ہی مرکز پر دینی و عصری تعلیم دی جاتی تھی۔ اس کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک ہی درسگاہ سے فارغ التحصیل ہونے والے تین ہم جماعت مجدد الف ثانی، استاذ احمد اور سعد اللہ خان علیحدہ علیحدہ میادین کے شہسوار بنے۔ مجد الف ثانی عالم وصوفی بنے اور دین کی تجدید واحیا کیلئے کام کیا۔ استاذ احمد تاج محل کے معمار بنے اور سعد اللہ خان مغلیہ سلطنت کے وزیر اعظم بنے۔ اسی طرح احمد رضا 55 علوم کے ماہر ہونے کے باوجود بھی عالم دین ہی سمجھے جاتے ہیں۔ برصغیر میں انگریزوں کی آمد سے پہلے تک ہمیں دینی دنیاوی تعلیم کی تقسیم نظر نہیں آتی۔ لیکن صد افسوس کہ ہم نے ایک معاشرتی دین کو صرف مدرسہ و مسجد تک محدود کر دیا اور اسے چند رسوم وعبادات کا علمبردار قرار دے دیا۔ جبکہ میں نے پہلے عرض کیا کہ دینی و عصری تعلیم میں صرف کاروبار زیست کی تگ و پو بر قرار رکھنا سکھایا جاتا ہے۔ جبکہ فی الحقیقت یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں اگر تاریخ کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو حیران کن بات یہ نظر آتی ہے کہ رسول اقدس کا 23 سالہ دور اور خلافت راشدہ کے 30 سالہ دور حکومت میں مسلمانوں نے کون سا ایسا نصاب پڑھا جس کے ذریعے انہوں نے اسوقت کی سپر پاورز کو زیر نگیں کر لیا۔ اگر وہ صرف قرآن سے متعلقہ

علوم وفنون تھے تو آج ہمارے مدارس کو غلبہ حاصل کیوں نہیں ہوتا اور اگر وہ صرف عصری علوم تھے تو آج ہماری جامعات کو دنیا کی صف اول کی جامعات میں کیوں شمار نہیں کیا جاتا۔ پاکستان کو بنے 71 سال گزر چکے ہیں لیکن ہم جہاں سے شروع ہوئے تھے وہیں پر موجود ہیں۔ رشوت، سود، چور بازاری، بدعنوانی، دہشت گردی کا عفریت منہ کھولے کھڑا ہے اور ہم روبہ زوال ہیں۔ اور اس کی واحد وجہ یہی ہے کہ ہم نے دینی وعصری تعلیم کو یوں علیحدہ کیا ہے کہ فریقین ایک دوسرے کے دشمن ہیں اور ایک دوسرے پر الزامات کی بوچھاڑ کرتے نظر آتے ہیں اور اس سے ہماری مستند و معتبر لوگ بھی ماورا نہیں بلکہ وہ بھی اس گہری سازش کا شکار نظر آتے ہیں۔ سو وقت کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ دینی وعصری تعلیم میں یکساں نظام تعلیم رائج کیا جائے۔ مدرسہ اور یونیورسٹی کے درمیان فاصلوں کو کم کیا جائے۔ مدارس کی تعلیم کو عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے۔ عصری تعلیم کے طلبہ کے لیے قرآن وسنت اور اس سے متعلقہ تعلیم کا حصول لازمی قرار دیا جائے تا کہ ہم بحیثیت قوم موجودہ بحرانوں سے نبرد آزما ہو سکیں اور اپنی عظمت رفتہ کی بحالی میں بنیادی وکلیدی کردار ادا کر کے اپنے ملک کو دوسری اقوام کے شانہ بشانہ لا کر صف اول کے ممالک میں شمار کروا سکیں۔

نصاب کو اسلامی وجدید خطوط پر استوار کرنا

نظام تعلیم میں نصاب کو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہوتی ہے کسی بھی نصاب کے لیے ضروری ہے کہ وہ معتدل اور ہمہ جہت ہو اور دین کے اساسی اصولوں کے خلاف نہ ہو نیز طلبہ کی جدید اسلامی خطوط پر تربیت کر کے عصر حاضر کے جملہ مسائل سے نبرد آزما ہونے کا ڈھنگ بھی سکھاتا ہو۔ رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی سیرت مبارکہ میں ہر موضوع کے متعلق رہنمائی ملتی ہے اور کوئی بھی پہلو تشنہ تکمیل نہیں رہتا۔ رسول ﷺ نے پہلی باقاعدہ درس گاہ کی بنیاد صفہ میں رکھی اور وہاں نظام تعلیم کو بہتر اور موثر بنانے کیلئے نصاب تعلیم بھی مہیا فرمایا۔ پروفیسر تفسیر عباس درس گاہ صفہ کے نصاب تعلیم کے بارے میں رقمطراز ہیں۔ " درس گاہ صفہ کا نصاب تعلیم وتربیت کیا تھا۔ اس کا جواب قرآن کریم نے ہر زمان ومکان کے انسان کی رشد وہدایت کیلئے اپنے اندر محفوظ کر لیا ہے اور وہ یہ ہے۔ کما ارسلنا فیکھم رسولاً منکم یتلو ا علیکم ایتناویزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونو ا تعلمون۔ یہ اس طرح کی بات ہوئی جیسے یہ ہوئی کہ ہم نے تم میں سے ایک شخص کو اپنی رسالت کیلئے چن لیا۔ وہ ہماری آیتیں تمہیں سناتا ہے (اپنی پیغمبرانہ تربیت سے) تمہارے دلوں کو صاف کرتا ہے۔ کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ باتیں سکھلاتا ہے جن سے تم یکسر نا آشنا تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس اسلامی یونیورسٹی کا نصاب اصولی طور پر یہ تھا۔ 1۔ قرات قرآن۔ 2۔ تزکیہ۔ 3۔ تعلیم کتاب۔ 4۔ تعلیم حکمت۔ 5 علوم نو کی تعلیم۔[50] مندرجہ بالا اقتباس کا بنظر نمائر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام کی پہلی یونیورسٹی میں جہاں اسلامی علوم کی تعلیم دی جاتی تھی وہاں جدید علوم کی تدریس کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ یعنی نصاب تعلیم کو اسلامی اور جدید عصری خطوط پر استوار کیا گیا تھا۔ جس کی طرف "ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون کے ذریعے اشارہ کیا گیا۔ "اردو دائرہ معارف اسلامیہ" میں درج ہے کہ " ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ہجرت سے قبل مکے میں جیسے ہی کوئی وحی نازل ہوتی آنحضرت ﷺ اسے فوراً مردوں کے اجتماع میں پھر عورتوں کے جلسے میں تلاوت اور تبلیغ فرماتے۔ مدینہ منورہ آتے ہی مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی تو اس میں ایک حصہ بطور صفہ مختص کیا گیا۔ جہاں دن میں معمولی ابتدائی تعلیم سے لیکر ہر قسم کی اعلیٰ تعلیم کا بندوبست تھا۔[51] رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے درس گاہ صفہ میں ان تمام اقدامات کا اہتمام کیا جن کو اب دنیا تعلیم کی ترقی کی بنیاد کہہ رہی ہے۔ برطانیہ کے ماہرین تعلیم کی ایک رپورٹ میں یہی بات کہی گئی ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ "ریاست کا مفاد اس میں ہے کہ وہ دیکھے کہ اسکولوں کے ذریعہ قومی زندگی کے مکمل اجزا نسلاً بعد نسل منتقل ہوتے ہیں۔ اس کا کام ہے کہ یہ دیکھے کہ طلبہ قومی مفاد کے مقررہ معیار کی کارکردگی کو قائم رکھتے ہیں اور

اسے ترقی دیتے ہیں۔ ریاست کی ظاہری تعلیمی سرگرمی کے پس پشت غیر مرتب لیکن معاشرہ کی سب سے اہم ضرورت یہ ہے کہ بچے قومی اور آبائی خصوصیات کے جانشین بنتے ہیں۔[52] دور رسالت کے بعد خلفاء راشدین کے دور میں وقت کے بدلتے تقاضوں کے ساتھ ساتھ نصاب تعلیم میں تبدیلی کی گئی۔ تدوین قرآن وحدیث کو بھی صحابہ نے اپنے علم کا حصہ بنایا۔ اسطرح اجتہاد کا بھی دروازہ کھلا۔ جن مسائل کا حل قرآن اور حدیث میں موجود نہیں تھا۔ صحابہ نے اجتہاد کے ذریعے ان مسائل کا حل پیش کیا ۔ اسی اجتہاد کی بدولت مکہ و مدینہ اور کوفہ و بصرہ میں موجود صحابہ کا مختلف مسائل میں اختلاف رہا۔ خلافت بنو امیہ میں کچھ اور علوم نصاب میں شامل ہوئے علمانے انہیں سیکھنا از حد ضروری سمجھا۔ ایک تو مختلف زبانوں کی کتابوں کے تراجم بھی ہوئے وقت کے تقاضوں کے پیش نظر قرآن پر اعراب لگائے گئے۔ اور تابعین و صحابہ جہاں جہاں تدریس فرماتے خلفاء راشدین کے دور میں قرآن وحدیث اور فقہ کے ساتھ ساتھ سند حدیث اور اہل عجم کیلئے صرف و نحو کے ذریعے عربی زبان سیکھنے کا بھی اہتمام ہوا اگرچہ نحو کا بانی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سمجھا جاتا ہے لیکن آپ کے شاگردوں نے آپ کے بعد اس علم کی ترویج کی۔ الغرض وقت کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے عروج کے دور میں مدارس میں علوم کو داخل کیا جاتا رہا اور فرسودہ علوم یا غیر ضروری علوم کو نکالا جاتا رہا۔ آج ہمارے زوال کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق اپنے مدارس اور سکولوں میں جو نصاب ہونا چاہیے تھا نہیں بنایا۔ مسلمانوں نے 23 سالہ نبوی زندگی میں اور 30 سال دور خلافت راشدہ میں آدھی دنیا کو فتح کر لیا۔ کفرستان کو اسلام کا گہوارہ بنا دیا۔ ظلم و بربریت کی بھری سرزمین امن و آشتی اور عدل و انصاف کا گہوارہ بن گئی۔ اسکی وجہ یہی تھی کہ وہ لوگ جس نصاب تعلیم سے وابستہ تھے اس تعلیم و تربیت نے انہیں عروج و ترقی عطا کی۔ آج پاکستان کو بنے 71 سال ہونے کو ہیں لیکن ہر شعبہ زندگی میں ہم پیچھے ہیں۔ ہم زوال کا شکار ہیں اس لیے کہ ہماری تعلیم ان بنیادوں پر استوار ہی نہیں کی گئی جس سے ایک آدمی انسان کے عظیم مرتبہ پر فائز ہو کر انسانیت کی خدمت کرے بلکہ ہمارا نظام تعلیم ایک کلرک تو بنا رہا ہے لیکن لیڈر پیدا نہیں کر رہا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عصری علوم کے اداروں میں جہاں اسلامی تعلیم مفقود ہو گئی ہے وہاں اسلامی علوم کو حصہ بنائیں۔ جدید اسباق اور مضامین کے ساتھ اسلامی کتابیں داخل نصاب کریں۔ تاکہ عصری علوم کا ماہر شخص بھی جس شعبہ ہائے زندگی میں قدم رکھے بنیادی اسلامی علوم سے واقف ہو۔ وہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی اسلامی اصولوں پر تربیت کر سکے۔ وہ گناہوں سے اجتناب کر سکے۔ اسطرح دینی مدارس سے فرسودہ علوم کو خارج کیا جائے جو اب غیر ضروری علوم ہیں جن کی صدیوں پہلے تو ضرورت تھی لیکن اب نہیں تو ان علوم کو نصاب سے خارج کریں۔ بنیادی چیز جو قرآن وحدیث ہے ان علوم کی فہم و تفہیم اور اسکے معاون علوم رکھنے کے علاوہ قدیم علوم سے کنارہ کشی اختیار کی جائے اور جدید علوم جو یونیورسٹیوں اور کالجوں میں رائج ہیں وہ نصاب کا حصہ بنائے جائیں۔ دور جدید انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کا دور ہے لوگ ان علوم کی طرف دھڑا دھڑ جا رہے ہیں اور اپنے مستقبل کے تحفظ کیلئے حصول کاروبار کیلئے ترقی کی منازل طے کر رہیں ہیں۔ لیکن افسوس ہمارے مدارس آج بھی وہ علوم پڑھا رہے ہیں جو صدیوں پہلے تھے۔ کمپیوٹر سے اور انٹرنیٹ سے 8 سالہ درس نظامی کا طالب علم واقف تک نہیں ہوتا۔ ریاضی۔ الجبرا۔ اکنامکس وغیرہ وغیرہ علوم سے نابلد ہو کر معاشرے کی زندگی میں قدم رکھتا ہے تو وہ دنیا والوں کو کسی اور دنیا کا فرد نظر آتا ہے کیوں نہ اسے ان 8 سالوں میں ایسی تعلیم دی جاتی ہے کہ وہ قرآن و حدیث پر بھی مکمل عبور رکھتا ہو اور دور جدید کے علوم پر بھی مکمل دسترس ہو۔ وہ قال اللہ و قال الرسول کے کہنے کے ساتھ ساتھ گوگل اور سافٹ ویئرز سے بھی واقف ہو۔ اگر ایسا ہو گیا تو مدارس سے نکلا ہوا یہ شخص ایک مولوی کے ساتھ انجینئر بھی ہو سکتا ہے۔ اپنے اور اپنے گھر والوں کے ساتھ ساتھ کمپنی میں ملازمت کے دوران یا کاروبار میں اپنے کولیگز کو بھی قرآن وحدیث کی تعلیم دے سکے گا۔ معاشرہ حقیقی معنوں میں اسلامی معاشرہ بن سکے گا۔ ہمارے اہل علم اور اہل اقتدار کو اس جانب توجہ

مبذول کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ وگرنہ دونوں طبقات امت کے زوال میں کردار ادا کرنے کی وجہ سے بروز قیامت مسئول ہونگے۔

خلاصہ بحث

دینی وعصری علوم کو ایک دوسرے سے جدا تصور کرنا شنیع ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں علم کا معیار نافع اور غیر نافع کی بنیاد پر ہے۔ علم نافع چاہے دینی ہو یا عصری جائز، مستحسن، باعث اجر اور اللہ کی رضا کا سبب ہے اور علم غیر نافع دینی ہو عصری غیر مستحسن، باعث گناہ اور اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ ہندوستان کے مدارس دینیہ مثلاً دارالعلوم دیوبند، دھلی، بریلی کے مدارس میں طب، لغت، خطاطی، ریاضی، گھڑی سازی وغیرہ بیسیوں علوم سیکھائے جاتے تھے۔ بد قسمتی سے دینی اور عصری اداروں کے الگ الگ قیام نے دونوں علوم حصول میں فاصلے بڑھا دیئے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس امتیاز کو ختم کیا جائے اور ایسے ادارے قائم ہوں جہاں بیک وقت دونوں علوم کے حصول کے وسیع مواقع ہوں۔

References

[1] Dr. Ṭāhir al-Qādrī, Islam kā Taosawar-e-'Ilm (Lahore: Minḥāj al-Quran Publications ,1999), 9.

[2]Allāma Ghulām Rasool S'aeedi, *Sharh Ṣaḥīḥ Muslim* (Lahore: Farīd Book Stall, 2008), 362.

[3]Sultan Ibn Muhammad Mullah 'Alī Qarī, *Al-Mirqāt* (Multan: Maktabah Imdādiah), I:264.

[4]Al Baqra 2:31-33.

[5]Abu al-A'la Mawdūdī, *Tafhīm al-Quran,* Tafsīr al-Baqarah 2:33.

[6]Al-Baqra 2:247.

[7]Pīr Muhammad Karam Shāh al-Azharī, *Dhia' al-Quran,* Tafsīr al-Baqarah 2:247.

[8]Al-'Alaq 96:1-5.

[9]Al-Qādrī, *Islam kā Taosawar-e-'Ilm* (Lahore: Minhāj al-Quran Publications, 1999), 11-12.

[10]Imām Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, *Al-Jami' al-Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Karachi: Kutub khāna, n.d), I:37.

[11]Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī,* 1:37.

[12]Al-Tawbah 9:122.

[13]Imām Fakhr al-Dīn al-Rāzī, *Dhi' al-Dīn,* (Quetta: Maktbah Rashīdīah n.d), 4:520.

[14]Ahmad Ibn Shu'aib Bahīqī, *Sha'b al-Emān,* (Beirūt: Dār al-kutub Ilmiyyah, 1410), 22:52.

[15]Al-'Ankabūt 29:432.

[16]Al-'Imrān 3:18.

[17]Al-Fātir 35:28.

[18]Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī,* 1:20.

[19]Imām Muslim Ibn Ḥajjāj al-Qushaiyrī, *Ṣaḥīḥ al-Muslim,* (Karachi: Noor Muhammad Aṣḥ al-Mutabiq, 1385), 1:17.

[20]Imām Abu 'Esāh Muhammad Ibn 'Esāh al-Tirmizi, *Al-Jāmi' al-Tirmizi,* (Karachi: Noor Muhammad karkhāna Tijārat Kutub Khāna), 20.

[21]Imām Abu-Abdullah Muhammad Ibn Yazid Ibn Mājah, *Sunan Ibn-e-Mājah* (Karachi: Noor Muhammad karkhāna Tijārat Kutub Khāna), 20.

[22]Imām Abdullah Ibn Abd al-Rahmān Dārmī, *Sunan Dārmī* (Multan: Nashr al-Sunnah, n.d), 1:85.

[23]Bahīqī, *Sha'b al-Emān,* 2:267.

[24]Al-Zumar 39:9.

[25]Al-Mujādalah 58:11.
[26]Bahīqī, *Sha'b al-Emān*, 2:23.
[27]Syed Mahmūd Baghdādī Ālūsī, *Rūh al-M'ānī* (Beirūt; AL-Hayā al-Turās al-Arabī), 11:48.
[28]Ghulām Rasool S'aeedī, *Tafsīr Tibyān al-Quran* (2009), 5:293.
[29]S'aeedī, *Ne'mat al-Barī*, 1:339.
[30]Imām Abu Hāmid Muhammad Ibn Muhammad al-Ghazālī, *Ahyā' al-'Ulūm al-Dīn,* 1:21.
[31]Al-Ghazālī, *Ahyā' al-'Ulūm,* 22.
[32]Al-Ghazālī, *Ahyā' al-'Ulūm,* 24.
[33]Ṣafī al-Rahmān Mubārak Pūrī, *Al-Raḥīq al-Makhtūm,* (Lahore: Maktabah alSalfiah), 130.
[34]Dr. Muhammad Hamidullah, *Ta'ruf-e-Islam,* trans. Syed khālid Jāved Mashhdī (Lahore: Becen Books, 2010), 55.
[35]Prof. Abbās, *Tafsīr: Dars Gah-e-Ṣuffah kā nizam-e-Ta'līm-o-Tarbiyat* (Lahore: Zavia Publishers, n.d), 103.
[36]Abbās, *Tafsīr: Dars Gah-e-Ṣuffah,* 106.
[37]Dr. Nasīr Ahmad Nāsir, *Peghambar-e-A'zam-o-Ākhir* (Lahore: Feroz Sons Limited), 143.
[38]Imām Abi Daowd Sulemān Ibn Ash'as Sijistānī, *Sunan Ibn Daowd* (Quetta: Maktabah Rashidiyah), Ḥadīth no: 1498.
[39]Abd al-Qāhir Jarjānī, *Kitāb al-Ta'rīfāt,* (Karachi: Qadīmī kutub khāna), 46.
[40]Muftī Muhammad Shafī', *Kitāb al-Ta'rīfāt* (Lakhnow: Idāra Afādāt-e-Ashrafiah), 203-204.
[41]Allāmah Muhammad Zafr Qādrī Attārī, *Kanz al-Ta'rīfāt,* (Faisalabad: Maktabah Faizān-e-Madina), 18.
[42]Shafī', *Kitab al-Ta'rīfāt,* 203.
[43]Al-Mā'idah 5:4.
[44]Muftī Munīb al-Rahmān, *Tafhīm al-Masā'il* (Lahore: Dhia al-Quran Publications), 3:420-421.
[45]Walī al-Dīn Muhammad Ibn Abdullah al-Tabrezī, *Mishkāt al-Maṣābīḥ (Karachi: Qadymī Kutub Khāna), Ḥadīth no:* 218, 1:218.
[46]Al-Tabrezī, *Mishkāt al-Maṣābīḥ,* 35.
[47]Muslim, *Ṣaḥīḥ al-Muslim* (Riadh: Dār al-Ṭaibah al-Nashr al-Taowzi'), 1:919.
[48]Hāfiz Sulaimān Ibn Ahmad Ṭibrānī, *Al-Mu'jam al-Kabīr* (Qāhirah: Maktabah Ibn Temiyyah), 5:76.
[49]Munīb al-Rahmān, *Tafhīm al-Masā'il,* 3:424-425.
[50]Abbās, *Tafsīr: Dars Gah-e-Ṣuffah,* 233.
[51]Punjab University, *Urdu Dā'irah Mu'ārif-e-Islamia* (Lahore: University of Punjab), 19:220.
[52] Secondary Education with Special Reference to Grammar and Technical Schools, H.M.S.O1931.